مسلم معاشرہ: بشری حقائق اور گمراہ کن توقعات

گمراہ لوگ اور اُنکی پیروی کرنے والے منافقین کبھی بھی اہل ایمان پر ضرب لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، اور اِس فعل سے اُن کا مقصد مسلمانوں میں نقص نکال کر انکی تذلیل کرنا اور ان کی ریاست کی عیب جوئی کرنا ہوتا ہے۔ اگر اُنہیں کوئی عیب نہ ملے تو وہ اپنی طرف سے ایسی شرائط اور ضوابط اختراع کر لیتے ہیں کہ جنکی دلیل اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری۔ پھر وہ اِن کے ذریعے اہل سنت کو طعنے دیتے ہیں کہ وہ اِن شرائط پر پورا نہیں اترتے اور اِنکا حصول ابھی اُن کیلئے بہت دور ہے۔

اِنہی ہتھکنڈوں میں سے ایک اسلامی ریاست کے قیام کیلئے ایسی شرطیں لگانا ہے کہ جو نبی مکرم ﷺ کی قائم کردہ ریاست میں بھی موجود نہیں تھیں، وہ ریاست کہ اگر کوئی اُس میں طعن و تشنیع کرے یا اُس کے امام و قائد کی شان کو گھٹانے کی کوشش کرے تو کوئی بھی اُسکی تکفیر کرنے میں تردد نہ کرے۔ اِسی طرح جو لوگ اسلام اور شریعت کے سائے تلے زندگی بسر کر رہے ہیں یہ اُن کے لیے ایسی شرائط لگاتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشرے میں بھی نہیں تھیں۔ اِس مقالے میں ہم بِاذن اللہ اُس عظیم معاشرے کے بعض حقائق کا ذکر کریں گے، اس تاکید کے ساتھ کہ سلف کا وہ معاشرہ تمام انسانی معاشروں سے بہتر اور افضل ہے، باوجود اِس کے کہ اُس میں بھی شہوات اور شبہات کی کچھ بیماریاں پائی جاتی تھیں، جو کہ دیگر تمام انسانی معاشروں میں بھی مشترک ہیں۔

نبی ﷺ کی ریاست کہ جس کو گمراہ لوگ پسند نہیں کرتے

شیخ ابوحمزہ المہاجر رحمہ اللہ نے اپنے خطاب "الدولة النبوية" میں مثالوں کے ساتھ گمراہ لوگوں کے شبہات کا رد کیا ہے اور جو ریاست نبی ﷺ نے مدینہ میں قائم کی تھی اُس کی حقیقت بیان کی ہے، نیز اُن تکالیف کا بھی ذکر کیا ہے جو نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو پہنچیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل ترین مخلوق ہیں۔ اِس ریاست کو شدید بھوک، فقر اور مدینہ میں پھیلی ہوئی بیماریوں کا سامنا تھا، اور اس مبارک ریاست میں مسلمانوں پر خوف کی کیفیت غالب تھی، کیونکہ وہ باہر سے کفار کے چڑھ دوڑنے سے محفوظ نہیں تھے، اور نہ ہی مدینہ کے اندر سے منافقین کی غداری سے امان میں تھے۔ اِس سب کے علاوہ بھی کمزوری کے بہت سے مظاہر تھے، لیکن اِن سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی ریاست کی قدر و منزلت میں کمی نہیں آئی اور نہ ہی نبوی منہج پر چلنے والی ریاست کے قیام کیلئے کوشش کرنے کا وجوب مسلمانوں سے ساقط ہوا ہے۔

اِسی لیے جب دولت العراق الاسلامیہ قائم ہوئی تو سب سے پہلے گمراہ جماعتوں اور فتنہ باز گروہوں نے اِس پر انگلیاں اٹھائیں۔ وہ اِس ریاست پر جس اعتراض کو سب سے زیادہ اچھالتے تھے، وہ مال واسباب کی کمی اور مشرکین کا مجاہدین پر قتل وغارت اور قید وبند کو مسلط کرنا ہے لیکن وہ اُس حالت کو بھول جاتے ہیں جس میں نبی اکرم ﷺ کی قائم کردہ ریاست تھی۔ وہ اِس اصول کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ کسی ریاست کے اسلامی ریاست ہونے کا دار ومدار اُس میں شریعتِ اسلامی کے احکام کے غلبے پر ہوتا ہے، نہ کہ اُسکے مرکزی بینک میں پڑی سونے کی اینٹوں اور ڈالروں کی گٹھیوں کی تعداد پر اور نہ اُسکی سرزمین پر افواج کے پھیلاؤ پر اور نہ ہی اُسکی فضاؤں میں اڑنے والے جہازوں کی تعداد پر۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاشرہ، لوگوں کیلئے نکالی گئی بہترین امت

اِسی طرح خود کو اسلام کے ساتھ منسوب کرنے والے گمراہ لوگ اپنی کذب بیانی اور اسلامی ریاست کی حقیقی صورت کو مسخ کرنے میں اِس قدر آگے نکل گئے کہ اُنہوں نے اسکے افراد کی صفات کو ہی بدل ڈالا اور اُنکا تصور فرشتوں کی مانند بنا کر پیش کیا، کہ وہ تو خطا اور معصیت کا ارتکاب نہیں کرتے اور ان میں سے کوئی بھی کسی دوسرے پر زیادتی نہیں کرتا، اور انہیں دنیا کی کوئی فکر نہیں بلکہ وہ تو بس ذکر وعبادت اور صوم وصلاۃ میں ہی مشغول رہتے ہیں۔ الغرض اُنہوں نے اسلامی معاشرے کا یہ خیالی مجسمہ بنالیا، حالانکہ فی الحقیقت اِس صورت پر تو کوئی معاشرہ دنیا میں ایک دن کیلئے بھی وجود میں نہیں آیا، اور نہ ہی قیامت تک آئے گا اور نہ ہی کسی معاشرے کے اسلامی ہونے کیلئے یہ خیالی شرائط درکار ہیں، بلکہ اِس کیلئے اسلام کا اُسکے افراد کی اکثریت میں نظر آنا اور شریعت اسلام کی اُن پر حکمرانی ہونا ہی کافی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کا معاشرہ، زمین پر پائے جانے والے معاشروں میں سے بہترین معاشرہ ہے، اور اِس معاشرے کے افراد اللہ کی بہترین مخلوق ہیں۔ ربّ تعالیٰ کا فرمان ہے: { كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ} (آل عمران:110) (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے اور بری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔ ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن ان کے اکثر فاسق ہیں) اور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کے صحابہ اور حواریوں سے افضل ہیں اور ربّ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا جس طرح

اُنکے معاشرے میں ملتا تھا، اُس طرح کسی اور معاشرے میں نہیں ملتا۔ بلاشبہہ تمام مسلمانوں پر ایمان، عبادت، عدل، سنت پر عمل کی حرص، اور جہاد وغیرہ کے معاملے میں اپنے معاشرے کو صحابہ کے معاشرے کی مانند بنانا شرعی فریضہ ہے۔

پس اگر کسی مسلمان معاشرے میں کوئی خطاء یا ربّ تعالیٰ کی معصیت کا ارتکاب کرتا ہوا پایا جائے، یا اُس میں کسی پر ظلم ہو جائے، یا اُس میں حقیر دنیا پر جھگڑا ہو جائے، یا اُس میں تھوڑے یا زیادہ منافقین نقب لگا کر آگھسیں، تو اِس سے اُس معاشرے کے خیر پر مبنی ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی اور نہ ہی اُسکے اسلامی ہونے میں کوئی رخنہ آتا ہے، بشرطیکہ اُس میں خیر اور عدل غالب ہو اور شر اور ظلم کے خلاف جنگ برپا ہو۔

اب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اُس مثالی معاشرے کی جانب لوٹتے ہیں تاکہ ہم اُس معاشرے میں بسنے والوں کی طبیعتوں کا مشاہدہ کریں۔ اصحاب رسول ﷺ اگر خطاء کا ارتکاب کر بیٹھتے تو استغفار کر لیتے اور اگر اللہ تعالیٰ کی معصیت کے مرتکب ہو جاتے تو توبہ کر لیتے۔ اِسی معاشرے میں وہ لوگ بھی بس رہے تھے جو خود کو صحابہ کے ساتھ منسوب کرتے تھے لیکن وہ اُن میں سے نہیں تھے۔ اُنکا ظاہر اسلام تھا اور باطن کفر۔ اُن میں سے اکثر نفاق پر ہی مرے اور اُنکا اِس نیک معاشرے سے تعلق جوڑنا اور خیر البشر ﷺ کی صحبت میں رہنا اُنکے کچھ کام نہ آیا۔

انسانوں سے بنا معاشرہ۔۔نہ کہ فرشتوں کا مجموعہ

یہ معاشرہ، جس کو "اے ایمان والو" کہہ کر مخاطب کیا گیا، اُس میں بہت سے ایسے منافقین نقب لگا کر گھس گئے کہ جو اپنے باطن میں کفر کو چھپائے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کرنا چاہتے تھے، بلکہ بعض نے تو رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش تک کر ڈالی۔ اُنہوں نے کافروں کو اہل توحید کے خلاف ابھارا، یہود سے دوستیاں گانٹھیں اور وہ اُنکے پاس بھاگم بھاگ جاتے تھے اِسکے باوجود کہ وہ اسلام ظاہر کرتے تھے اور مسلمانوں کے اجتماعات اور جماعتوں میں حاضر ہوتے تھے اور اُنکے ساتھ معرکوں میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن اِس کے باوجود کسی نے صحابہ کے معاشرے پر انگلی نہیں اٹھائی کہ اِس میں منافقین کثیر تعداد میں موجود ہیں، اور نہ ہی کسی نے رسول اللہ ﷺ کے لشکر پر طعن و تشنیع کی کہ اس کی کل تعداد کے ایک تہائی منافقین تھے جو کہ معرکہ شروع ہونے سے پہلے ہی پیچھے ہٹ گئے۔

اِسی معاشرے میں سے ایسے افراد بھی برآمد ہوئے جواللہ کے دین سے مرتد ہوگئے اور شرک کی جانب واپس لوٹ گئے اور مشرکین سے جا ملے، راہ ہدایت کو جان لینے اور حق کو پہچان لینے کے باوجود۔ لیکن اِس سب کے بعد بھی کسی نے رسول اللہ ﷺ کے دین پر اس امر کو بنیاد بناتے ہوئے انگلی نہیں اٹھائی کہ اس دین کی جانب خود کو منسوب کرنے والوں میں سے بعض اِس سے پھر گئے اور انہوں نے شرک کو اِس پر ترجیح دی۔

اگرچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معاشرہ دیگر معاشروں کی نسبت پاکیزہ ترین معاشرہ تھا اور بے حیائی سے سب سے زیادہ دور تھا، لیکن اس کے باوجود اس میں وہ بھی تھے جن سے زنا کا ارتکاب ہوا اور وہ خود اقرار جرم کرتے ہوئے دل کی پاکیزگی کیلئے اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے آئے۔ جب انسانی جبلت نے انہیں حرام کام کرنے کی طرف دھکیل دیا تو اُنہیں احساس ہوا کہ اگر اُنہوں نے خود کو اِس گناہ سے پاک نہ کیا تو انہیں آخرت میں عذاب ہوگا۔ پس اُنکے بھائیوں نے اُن پر حد نافذ کی اور اُنہیں اپنے ہاتھوں سے رجم کیا یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں توبہ کرتے ہوئے فوت ہو گئے۔ لیکن اُنکے اِس فعل نے اُنہیں دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کیا، نہ اِس کی بنیاد پر صحابہ کے معاشرے پر تنقید کی جا سکتی ہے، اور نہ ہی اِس سے عفّت وفضیلت کی صفات کی نفی ہوتی ہے۔

اسی معاشرے کے بہترین افراد میں سے وہ بھی تھے کہ جنہوں نے شراب پی، تو اُنہیں جوتیوں سے مارا گیا، حالانکہ اُنکے اہل خیر میں سے ہونے کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ پھر اُن میں سے وہ بھی تھے جو رسول اکرم ﷺ کی زوجہ امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والی بات میں ملوث ہوئے جس کے سبب اُن پر قذف کی حد جاری کی گئی، حالانکہ وہ اہل بدر میں سے تھے جن کے ربّ تعالیٰ نے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے تھے۔ اِس سب کے باوجود وہ توبہ، اپنے گناہوں کو دھونے اور اپنی جانوں کو اللہ ربّ العالمین کی خاطر قربان کرنے کیلئے حریص رہتے تھے۔

اسی معاشرے کے افراد میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہیں نبی ﷺ نے خود مسلمانوں پر امیر بنایا اور اُنکے مفادات کی حفاظت پر مامور فرمایا، جیسے وہ صحابی جنہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت پر مبنی حکم دیا اور اُن سے کہا کہ وہ خود کو آگ میں ڈال دیں، تو اِس پر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو منکر میں اطاعت سے منع فرما دیا۔ اِن میں وہ بھی تھے جنہوں نے کسی کام میں اجتہاد کیا تو اُنکا اجتہاد خطا ہو گیا اور نبی کریم ﷺ نے اُنکے فعل سے براءت کر دی۔ یہ تمام مثالیں اگرچہ شاذ و نادر ہیں، لیکن بہر حال یہ واقعات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کے معاشرے میں رونما ہوئے ۔ پس اِس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اگرچہ اُس معاشرے میں معصیت، گناہ، دنیا کی محبت اور اُس پر تنازعات، شہوات اور شبہات، سب کچھ موجود تھا، لیکن اِس سے صحابہ کا معاشرہ، افضل ترین

معاشرہ ہونے کی صفت اور "اے ایمان والو" کے خطاب سے محروم نہیں ہو گیا اور نہ ہی اِس کے ہر دور میں لائق اقتداء ہونے کی نفی ہوئی ہے۔

کثرت خبث سے خبردار رہیے

جو معاشرہ آج دولت اسلامیہ کے سائے تلے زندگی گزار رہا ہے، اُسکی حالت کبھی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشرے کی حالت سے بہتر نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہم اِس پر یہ شرط عائد کر سکتے ہیں، نہ ہی ہم یہ جھوٹا گمان کر سکتے ہیں کہ یہ خطاکاروں، گنہگاروں اور خود پر یا دوسروں پر ظلم کرنے والوں سے خالی ہے۔ یہ حقیقت قتال کے فرض پر کاربند مجاہدین اور نافرمانی کے مرتکب پیچھے بیٹھ رہنے والوں، سب کا احاطہ کرتی ہے۔ لیکن جس غلطی سے ہمیں حتی الامکان بچنا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے معاملے کو غیر اہم سمجھ کر اس میں سستی برتنا شروع کر دیں، اور اس میں بھی سب سے بڑے ظلم یعنی شرک کو روکنے کے حوالے سے، کہ جس کو اللہ کبھی معاف نہیں فرمائے گا؛ اور اِس کے بعد لوگوں کے آپس میں ظلم کا معاملہ کہ جس کا ازالہ حقوق کی مظلوموں کو ادائیگی یا مظلوموں کے معافی دینے سے ہی ہو سکتا ہے ۔ ہمیں اِس حوالے سے بھی ڈرنا ہو گا کہ کہیں ہم میں برائی اور خبث کی کثرت نہ ہو جائے اور ہمارے درمیان اِسے کوئی روکنے والا ہی نہ ہو اور پھر ہم کہیں زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی اُس حدیث کا مصداق بن کر ہلاک نہ ہو جائیں جس میں انہوں نے سوال کیا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم ہلاک کر دیے جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، جب خبث (یعنی برائی) عام ہو جائے گا (متفق علیه)۔